اِصلاحِ ظاہر و باطن

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ



خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

اصلاحِ ظاہر و باطن

شیخ المشایخ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

ضروری تفصیل

وعظ	:	اصلاحِ ظاہر وباطن
واعظ	:	شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ	:	۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۹۰ء بروز جمعہ
مقام	:	صوفی عبد الرحمٰن صاحب کے مکان بمبئی نمبر ۳، ۱۵۰ نا گدیوی اسٹریٹ
مرتب	:	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد افضال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم
تاریخ اشاعت	:	۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ
زیرِ اہتمام	:	شعبہ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
		پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051
		ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر	:	کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین ومحبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی سے شایع ہونے والی شیخ المشایخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابوں اور مواعظ کی پروف ریڈنگ اور طباعت معیاری ہو۔

الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر واشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین فن دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ وخلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

عرضِ مرتّب ۵
ہر انسان سکون چاہتا ہے ۷
سکون کی تلاش اور اس کا انجام ۷
سکون کا صحیح راستہ کیا ہے ؟ ۸
اجنبی کے ہونے سے بے چینی ہوجاتی ہے ۸
باطن کا معاملہ اعضائے ظاہرہ کی طرح ہے ۹
قلب کا تزکیہ اور تحلیہ ۹
وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے ۱۰
حرص تمام بُرائیوں کی جڑ ہے ۱۰
دنیا کی محبت بُرائی کی جڑ کیوں ہے ؟ ۱۱
مال کی ضرورت اور اس کی حد ۱۲
دنیا سے کون سا تعلق ہلاکت کا ذریعہ ہے ؟ ۱۳
فکرِ معاش میں لگے مگر مغموم دل کے ساتھ ۱۴
سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے ۱۴
دنیا میں انہماک سمِّ قاتل ہے ۱۵
توجہ الی اللہ حرص کا علاج ہے ۱۵
احکامِ الٰہی کی کامل اتباع کی جائے ۱۶
شریعت میں دونوں ہی مقصود ہیں ۱۷
ظاہر و باطن کا باہمی ربط ۱۷
ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے ۱۸

باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے ۱۹
باطن کی درستگی اور اس کے ثمرات ۱۹
دل کا سنو رنا اصل ہے ۲۱
انسان کا ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے ۲۱
ظاہر کی اہمیت اور اس کا تقاضا ۲۲
قلب ونظر کی پاکی کے باوجود شرعی پردہ کا حکم ۲۳
اکابر اہل اللہ کا پردہ کے معاملہ میں احتیاط ۲۵
شریعت وطریقت میں تعلق اور ان کی حقیقت ۲۵
ظاہر وباطن دونوں ہی درست ہونا چاہیے ۲۷
دل باغ وبہار کب ہوگا؟ ۲۷
ذکر میں حیاتِ قلب کی تاثیر ہے ۲۸
دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے ۲۸
میں رہتا ہوں دن رات جنّت میں گویا ۲۹
کامیابی تو کام سے ہوگی ۳۰
خلاصۂ کلام ۳۰



عرضِ مرتب

بِاسْمِهٖ تَعَالٰی

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا اَمَّا بَعْدُ

زیرِ نظر کتاب دراصل محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا ایک وعظ ہے جو کہ مکرمی جناب صوفی عبد الرحمٰن صاحب زید لطفہ السامی کے مکان پر ہوا (بمبئی نمبر ۳/۱۵۰ ناگدیوی اسٹریٹ) جس میں سکونِ قلب کی ضرورت اور اس کے حاصل کرنے کا جو صحیح اور آسان طریقہ ہے اس کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے۔

اور یہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے، کیوں کہ سکون واطمینان انسانی زندگی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک بوئے ہوئے بیج کے نشو ونما اور پورے طور پر بار آور ہونے کے لیے آب وہوا کا موافق ہونا اور زمین کا زرخیز ہونا ضروری ہے، چناں چہ اس کے حاصل کرنے کے لیے انسان اپنی عقل وفہم اور اپنی ذکاوت وذہانت سے نئے نئے نظام ودستور بناتا رہا، نئی نئی تدبیریں اور طریقے اختیار کرتا رہا، مگر انجام کار مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آج مال ودولت کی فراوانی، مادّی وسائل واسباب کی بہتات، تہذیب وتمدن کے انتہائی عروج کے باوجود جو چیز نایاب ہے وہ سکون واطمینان ہے۔

ہر شخص بڑی بے چینی کے ساتھ ایک ایسے نسخۂ کیمیا کی تلاش میں ہے کہ جس سے موجودہ نظامِ زندگی کہ جس میں گھٹن ہو رہی ہے اس سے نجات حاصل کر سکے اور ساتھ ہی اس فطری خواہش کی تکمیل بھی ہو، ظاہر ہے کہ ایسا تیر بہدف علاج دینِ فطرت ہی میں ہو سکتا ہے جس کی حضرت محی السنۃ دامت برکاتہم نے دل نشین انداز میں تشریح وتوضیح فرمائی ہے اس کو ہم حضرت والا مدظلہٗ کی نظر ثانی کے بعد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں حق تعالیٰ اس کو قبول فرما کر اُمتِ مسلمہ کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام

محمد افضال الرحمٰن

اشرف المدارس ہردوئی، یوپی

جمعۃ المبارک ۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ

اصلاحِ ظاہر وباطن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[1]

(مراد اس سے وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی خاصیت ہے کہ اس) سے دل کو اطمینان ہوجاتا ہے۔[2]

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا فرمائی ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں، لیکن نفع کے اعتبار سے ان کی دو قسمیں ہیں: ایک خاص، دوسرے عام۔ بہت سی چیزیں خاص ہیں نفع کے اعتبار سے جیسے ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ کہ ان سے وہی لوگ نفع اُٹھاسکیں گے جو روپیہ پیسہ خرچ کرکے سفر کریں، یا ہُنر سیکھ کر، ڈرائیوری سیکھ کر اس کی ملازمت کریں، بہت سے لوگوں کو نہ تو چلانا آتا ہے اور نہ ہی ان کو سفر کرنے کی ضرورت اور فرصت ہے، اس لیے ان خاص خاص چیزوں کے فائدے کو وہ لوگ حاصل نہیں کرسکتے۔ اور بہت سی چیزیں عام ضرورت کی ہیں، جیسے

1. الرعد:٢٨
2. بیان القرآن:٥/١١٢،الرعد(٢٨)،ایچ ایم سعید



ہوا پانی وغیرہ کہ ان سے عام انسان فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

ہر انسان سکون چاہتا ہے

بعض چیزیں انسان کی ضرورت کی ایسی ہیں کہ جن کے حاصل کرنے کی خواہش عام طور پر سب کو ہوتی ہے جیسے چین وراحت ہے، سکون واطمینان ہے کہ ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے کہ یہ حاصل ہو جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بُوڑھا ہو یا جوان، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کی تمنا ہے کہ راحت وسکون اور اطمینان حاصل ہو۔

سکون کی تلاش اور اس کا انجام

اس کے لیے ہر شخص کوشش کیا کرتا ہے مگر اس کے باوجود چین وسکون نصیب نہیں ہوتا، کیوں کہ اس کے حاصل کرنے کا صحیح راستہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے غلط راستہ اختیار کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ سوائے محرومی وناکامی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ بہت سے لوگوں نے سکون واطمینان اور راحت وچین کو اولاد کی کثرت، حصولِ حکومت یا باغات وتجارت وغیرہ سے حاصل کرنے کو سوچا ہے، مگر حالات وواقعات اس کے خلاف دیکھے جاتے ہیں کہ حکومت اور مال ودولت کے حاصل ہونے کے باوجود سکون واطمینان اور چین نصیب نہیں ہوتا۔

ایک وزیر صاحب کا حال سننے میں آیا کہ باوجود صاحبِ اولاد وصاحبِ مال واسباب ہونے کے ایک مقدمہ ان پر قائم ہے، جس سے ساری زندگی تلخ وکڑوی ہو چکی ہے، نہ مال میں سکون، نہ اولاد میں چین، نہ حکومت وثروت میں راحت، ساری دولت کے باوجود زندگی پریشان ۔ ایئر کنڈیشن مکان میں آرام فرما ہیں، زیب وزینت وآرائش کے سارے سامان مہیّا ہیں، پُر تکلف کھانے پینے کی چیزیں موجود ہیں، مگر اصل چیز جس کے لیے یہ سب ہے یعنی قلب کا اطمینان اور دل کا سکون وہ حاصل نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عام طور پر لوگوں نے سکون حاصل کرنے کا جو طریقہ سمجھا ہے صحیح نہیں ہے۔

سکون کا صحیح راستہ کیا ہے؟

بلکہ اس کے حاصل کرنے کی دوسری تدبیر ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ تدبیر کیا ہے؟ تو اس کے متعلق پہلے ایک مثال عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ بات خوب ذہن نشین ہو جائے وہ یہ کہ انسان کے اعضا دو قسم کے ہیں: ایک ظاہر، دوسرے باطن۔ اعضائے ظاہرہ مثلاً آنکھ ہے، اس میں ریزہ یا گرد وغبار سفر کی حالت میں اُڑ کر پڑ گیا تو اس سے بے قراری کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور آنکھ کا جو صحیح کام ہے لکھنا پڑھنا، پُر فضا مقامات، اچھے اور عمدہ باغات وغیرہ کا دیکھنا اور فرحت حاصل کرنا یہ سارے فوائد ختم اور مفقود ہو گئے، ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ گرد وغبار اور چھوٹے چھوٹے ذرّات جو کہ آنکھ کے لیے اجنبی ہیں ان کے پڑنے کی وجہ سے ایک تو سکون ختم ہو گیا اور بے چینی پیدا ہو گئی، دوسرے یہ کہ آنکھ کے جو منافع تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ اجنبی چیز کے دخل انداز ہونے سے خلل پڑ جاتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے جو فوائد ہیں وہ بھی مفقود ہو جاتے ہیں۔

اجنبی کے ہونے سے بے چینی ہو جاتی ہے

دوسری مثال ایک شخص سو کر اُٹھا، اس کے ہاتھ میں ورم معلوم ہوا جس سے پریشان ہو کر ڈاکٹر کے یہاں جانے لگا، تو راستے میں کسی نے کہا کہ بھائی کہاں جا رہے ہو، ڈاکٹر کے یہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو تمہارے ہاتھ کو ترقی ہو رہی ہے اور تمہارا ہاتھ موٹا ہو رہا ہے، تو ظاہر ہے کہ وہ یہی جواب دے گا کہ بھائی ہم کو ایسی ترقی نہیں چاہیے کہ جس میں درد اور تکلیف ہو، بلکہ ہم کو ایسی ترقی پسند اور مطلوب ہے جس میں سکون اور اطمینان ہو، غرض کہ وہ شخص ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا اور اپنا حال بتلا کر ہاتھ دکھایا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھائی اس کے اندر پیپ اور مواد بھر گیا ہے جو اجنبی ہے، خون کو خراب کرنے والا اور تکلیف کو بڑھانے والا ہے، جب تک کہ یہ نکل نہ جائے گا سکون حاصل نہ ہو گا، اس کے نکلنے کے بعد ہی سکون حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مستورات پردہ میں بیٹھ کر سکون کے ساتھ دین کی باتیں



سن رہی ہیں، اب اگر کوئی اجنبی شخص اچانک ان کے مجمع میں گھس جائے تو ان مستورات کا کیا حال ہو گا۔ سارا سکون واطمینان ختم ہو کر ان پر ایک پریشانی چھا جائے گی، کیوں کہ ایک اجنبی اور غیر مانوس آگیا، تو جب تک وہ غیر جنس باہر نہ چلا جائے گا ان کو سکون حاصل نہ ہو گا۔

باطن کا معاملہ اعضائے ظاہرہ کی طرح ہے

تو جب اعضائے ظاہرہ کے اندر ایک اجنبی چیز کے آجانے سے سکونِ ظاہر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح قلبی سکون کے معاملے کو خیال کرنا چاہیے کہ اس میں کوئی اجنبی چیز پہنچ گئی ہے، جس سے دل میں سکون نہیں مل رہا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی بھی مقام میں اجنبی کے موجود ہونے سے اس وقت تک سکون واطمینان حاصل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ اجنبی نہ نکل جائے خواہ وہ ظاہراً ہو یا باطناً، اس کا تعلق جسم سے ہو یا قلب سے ہو، اجنبی اور غیر مانوس کو نکال کر اس مقام اور حال کے مناسب مانوس چیز کو داخل کرنے سے راحت وسکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

قلب کا تزکیہ اور تحلیہ

تو اس سے معلوم ہوا کہ دو طرح کی چیزیں ہیں، بعض چیزیں تو وہ ہیں جو دل کے لیے اجنبی ہیں، جب ان اجنبی چیزوں کو نکال کر مانوس چیزوں سے دل کو آراستہ کیا جائے گا تو سکونِ قلب حاصل ہو گا۔ جس طریقے سے کوئی مکان ہو اس سے راحت حاصل کرنے کے لیے دو کام کرنے پڑتے ہیں: ایک تو اجنبی چیزیں جیسے سانپ، بچھو، مکڑی کا جالا کُوڑا کرکٹ وغیرہ کا نکالنا، دوسرے مناسب چیزوں کا اس میں داخل کرنا، مثلاً اس کی مرمت، پوتائی، فرش فروش، روشنی وپنکھے اور دیگر ضروریات کا اہتمام کرنا، ان دونوں کاموں سے مکان خوب صورت بھی ہو جائے گا اور صاحبِ مکان کے لیے باعثِ راحت ومسرّت بنے گا۔ ایسے مکان میں رہنے سے سکون بھی حاصل ہو گا۔ اسی طرح قلب کو گندے اخلاق سے صاف کر کے اچھے اخلاق واعمال سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔



وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے

اگر گندے اور بُرے اخلاق میں سے ایک خلق وعادت بھی ہو گی تو سکون میسّر نہ ہو گا۔ مثلاً کسی کے قلب میں دنیا کی محبت ہو، تو دل ہر وقت پریشان رہے گا، چین وسکون نہ ملے گا، کیوں کہ جب وہ کسی کے پاس مال دیکھے گا تو یہ چاہے گا کہ یہ مال مجھے ملے اور طرح طرح کی فکر میں گِھرا رہے گا، اس لیے اس کو سکون واطمینان حاصل نہیں ہو گا۔ ایک مرتبہ کا میرا ہی واقعہ ہے کہ جب میں دورہ حدیث پڑھ کر سہارنپور سے فارغ ہوا تو حضرت والا تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے مشورہ کے مطابق جامع العلوم کانپور میں ۲۵ روپیہ ماہانہ تنخواہ پر تقرر ہو گیا، اسی زمانے میں میرے ایک عزیز گونڈہ میں بیمار تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق ان سے ملنے اور ان کی عیادت کے لیے گونڈہ جانا ہوا، میرے جو عزیز بیمار تھے ان کے ایک عزیز جو ڈاکٹر تھے وہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، عمر میں مجھ سے بڑے تھے، بے تکلف آرام کرسی پر لیٹے ہوئے مجھ سے بات چیت کرنے لگے، سلسلۂ گفتگو میں انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ اور کیا تنخواہ ملتی ہے؟ میں نے کہا کہ کانپور کے ایک مدرسے میں درس وتدریس کا کام کر رہا ہوں اور پچیس روپیہ ماہانہ ملتے ہیں، اس پر انہوں نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اتنے میں کیا ہوتا ہو گا؟ یہ بہت ہی کم ہیں، میں نے کہا کہ بھائی اگر کوئی یہ خیال رکھتا ہو کہ مجھے ۱۵ روپیہ ماہانہ ہی مل جائیں تو میں گزر کر لوں گا، پھر اس کو ۲۵ روپیہ مل جائیں، تو فرمائیے کہ اس کو کس قدر راحت ومسرت ہو گی؟ اتنا سنتے ہی وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور تعجب کرکے فرمایا کہ تم نے ایسی بات کہی جس سے مجھے بہت نفع ہوا اور بہت زیادہ سکون حاصل ہوا۔ میرا تو حال یہ ہے کہ ماہانہ تین سو روپیہ کماتا ہوں، مگر فکر لگی رہتی ہے کہ مہینہ میں ۵۰۰ روپیہ ملیں، اس لیے پریشان ہی پریشان رہتا ہوں، سکون حاصل نہیں ہوتا، اور آپ کو اتنی مقدار میں کم خواہش کی وجہ سے سکون حاصل ہے۔

حرص تمام بُرائیوں کی جڑ ہے

تو اصل بات یہی ہے کہ اگر انسان میں قناعت ہو تو سکون ہو جائے اور اگر بجائے



قناعت کے مال کی محبت اور اس کی لالچ ہو تو سکون کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ ہر وقت اسی کی فکر و کوشش میں رہے گا کہ کسی طرح سے مال حاصل ہو، اس میں اضافہ ہو۔ اور مال کی محبت یہ دل کی بڑی بیماری ہے، اسی کا دوسرا نام حرص ہے، اس کو اُمّ الامراض کہنا چاہیے کہ تمام بیماریوں اور خرابیوں کی جڑ ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حُبِّ دنیا ہی کا نام تو حرص ہے اور حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے، کیوں کہ اس کی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں میں حرصِ مال نہ ہو تو کوئی کسی کا حق نہ دبائے، پھر ان فسادات کی نوبت بھی نہ آئے۔ بدکاری اور چوری وغیرہ کا منشا بھی ایک گونہ حرص ہے، کیوں کہ عارفین کا قول ہے کہ تمام اخلاقِ رذیلہ کی اصل کبر ہے اور کبر کا منشا بھی ایک گونہ حرص ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ بھی حرص کی ایک فرد ہے، کیوں کہ تکبّر طلبِ جاہ کا نام ہے تو اس میں جاہ کی ہوس ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو مال کی بھی حرص ہے، کیوں کہ طلبِ جاہ اس واسطے کی جاتی ہے کہ طالبِ جاہ کو ضروریاتِ معاش سہولت سے مل جاتی ہیں، اس کی حاجتیں بآسانی پوری ہو جاتی ہیں۔ جو کام دوسرے شخص کو سینکڑوں روپیہ خرچ کرنے سے نکلتا ہے وہ صاحبِ جاہ کی زبان ہلنے سے ہو جاتا ہے، تو معلوم ہوا کہ تکبر کا منشا بھی حرص ہوا، اور کبر تمام رذائل کی جڑ ہے تو حرص منشا ہوا تمام معاصی کا، چناں چہ مشاہدہ ہے کہ نااتفاقی کا منشا بھی حرص ہے اور تفاخر کا منشا بھی یہی ہے، کیوں کہ مال و دولت کا دکھانا جمعِ مال ہی کے بعد ہو سکتا ہے اور وہ جمع ہوتا ہے حرص سے، تو حرص کا اُمّ الامراض ہونا اور اصل معاصی ہونا ثابت ہو گیا۔[۳]

دنیا کی محبت بُرائی کی جڑ کیوں ہے؟

چناں چہ حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ[۴]

دنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔

---

۳ علاج الحرص: ۵۲، ۵۳

۴ کنز العمال: ۳/۱۹۲، (۶۱۱۴)، مؤسسۃ الرسالۃ

اب یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ دنیا کی محبت تمام خرابیوں اور بُرائیوں کی جڑ کیسے ہے؟ تو بات یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں: ایک ہے دنیا اور ایک ہے آخرت۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی محبت ہوگی اسی کی فکر غالب ہوگی اور اسی کے لیے کام کرے گا اور اسی کا اہتمام کرے گا۔ دوسری طرف نہ توجہ ہوگی، نہ ہی اس کے لیے فکر و کوشش ہوگی۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ

مَثَلُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ كَمَثَلِ رَجُلٍ لَهٗ ضَرَّتَانِ اِنْ اَرْضٰى اِحْدَاهُمَا اَسْخَطَ الْاُخْرٰى[5]

دنیا و آخرت کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کی دو سوکن ہوں کہ اگر ایک کو راضی کرتا ہے تو دوسری کو ناراض کردے گا۔

اسی طرح دنیا و آخرت کا معاملہ ہے کہ دونوں میں ایک سے محبت یہ دوسرے سے بے تعلق کردیتی ہے، تو جب دنیا کی محبت ہوگی تو آخرت کا اہتمام نہ ہوگا جس کی بنا پر نہ بُرائیوں سے بچے گا نہ ہی اچھے اعمال کرے گا، کیوں کہ آخرت کی فکر اور اس کا خوف یہ بنیاد ہے معصیت اور جرائم سے روکنے کی، اس لیے فرمایا گیا کہ دنیا کی محبت تمام بُرائیوں کی بنیاد ہے۔

مال کی ضرورت اور اس کی حد

یہاں پر ایک بات اور سمجھنے کی ہے کہ ایک طرف تو حکم ہے کہ دنیا سے دل نہ لگائے اور اس سے محبت اور تعلق نہ رکھے، دوسری طرف یہ بھی ہے کہ انسان جب تک زندہ ہے اس وقت تک اس کے ساتھ یہاں کی ضروریات لگی ہوئی ہیں، اپنے اور اپنے متعلقین، اعزا واقربا کے حقوق ہیں جن کی ادائیگی اس کے ذمہ ضروری ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ روپیہ پیسہ ہو مال کمائے تاکہ ضروریاتِ زندگی پوری ہوسکیں اور ہر ایک کے حقوق ادا ہوسکیں۔ تو بات یہ ہے کہ اس کے دو درجے ہیں: ایک درجہ ہے ضرورت کا اور ایک درجہ ہے محبت کا۔ بقدرِ ضرورت دنیا کا کمانا اس کی تو اجازت ہے بلکہ حلال طریقے پر حاصل کرنا یہ طاعت ہے اور اس کا حکم بھی ہے، البتہ اس سے دلچسپی لینا، اس میں دل لگانا اور اسی سلسلے میں

---

[5] کتاب الزہد والرقاق لابن ابی الدنیا: ۴۹/۱ (۶۴)، دار ابن کثیر دمشق

حد سے بڑھ جانا کہ ہمہ وقت اسی کی فکر اور اسی کی دھن رہے اس سے منع کیا گیا ہے، اس درجہ تعلق نقصان دہ ہے اور ہلاکت کا ذریعہ ہے۔

دنیا سے کون سا تعلق ہلاکت کا ذریعہ ہے؟

جس طرح کشتی کے چلنے کے لیے پانی کا ہونا ضروری ہے بغیر اس کے کشتی نہیں چل سکتی، لیکن پانی کشتی کے لیے اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ پانی کشتی سے باہر رہے اور کشتی اس کے اوپر رہے، اگر کہیں پانی کشتی میں آجائے تو ظاہر ہے کہ یہ معاملہ کشتی کے لیے نقصان دہ ہے کہ وہ ڈوب جائے گی، یہی معاملہ انسان کے دل اور دنیا کا ہے جب تک اس کی محبت دل میں نہیں ہے تو کوئی بات نہیں، جہاں اس کی محبت دل میں آئی تو بس سارا معاملہ بگڑ گیا۔ مشہور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اَلْحَاصِلُ اَنَّ حُبَّ الدُّنْيَا فِي الْقَلْبِ هُوَ الْمُهْلِكُ لِلْهَالِكِ لَا وُجُوْدَهَا عَلٰى قَالَبِ السَّالِكِ، وَشُبِّهَ الْقَلْبُ بِالسَّفِيْنَةِ حَيْثُ اِنَّ الْمَاءَ الْمُشَبَّهَ بِالدُّنْيَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ، اِنْ دَخَلَ دَاخِلَ السَّفِيْنَةِ اَغْرَقَهَا مَعَ اَهْلِهَا وَاِنْ كَانَ خَارِجَهَا وَحَوْلَهَا سَيَّرَهَا وَاَوْصَلَهَا اِلٰى مَحَلِّهَا، وَلِذَا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ[۶]

خلاصہ یہ کہ دنیا کی محبت قلب میں ہونا انسان کے لیے مہلک ہے نہ کہ سالک کے قالب میں ہونا۔ تشبیہ دی گئی ہے قلب کو کشتی کے ساتھ اس طرح کہ پانی دنیا کے مشابہ قرار دیا گیا ہے، آیتِ کریمہ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ میں۔ اگر پانی کشتی میں داخل ہو جائے تو کشتی کو مع سواروں کے غرق کر دے گا اور اگر کشتی کے باہر اس کے ارد گرد ہے تو کشتی کو چلائے گا اور اس کو پہنچا دے گا منزلِ مقصود تک۔ اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صالح آدمی کے لیے حلال مال اچھا ہے۔

تو مقصود بالکل دنیا کا ترک نہیں ہے، بلکہ اس میں انہماک منع ہے۔

---

۶ مرقاۃ المفاتیح: ۸۹/۴-۳۳، کتاب الرقاق، باب الأمل والحرص، دار الفکر، بیروت

فکرِ معاش میں لگے مگر مغموم دل کے ساتھ

چناں چہ دنیا سے تعلق بھی کم ہو، ساتھ میں معاش کے لیے کوشش بھی ہو، یہ دونوں ہی باتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس کی مثال حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ بیان فرمائی کہ کسی کا بیٹا مر گیا ہو تو اس کا کوئی کام بند نہیں ہوتا، مگر ایسا مضمحل ہو جاتا ہے کہ کسی کام کو دل نہیں چاہتا گویا بالکل ڈھیلا ہو جاتا ہے، کھاتا پیتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، ہنستا بھی ہے مگر سب تلخ، پہلے کی حالت میں اور اس حالت میں بڑا فرق ہوتا ہے، کھل کر بات نہیں کرتا، کوئی زیادہ بات کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ارے بھائی کیوں دِق کرتے ہو؟ چھوٹوں اور بڑوں سب کو بابا بناتا ہے۔ تو دیکھیے دنیا کے سب کام ہوتے ہیں، کون سا ضروری کام نہ رہا، کیا سردی گرمی کی حس باقی نہ رہی یا کھانے پینے کی حاجت کا احساس نہ رہا؟ مگر یہ ضرور ہو جاتا ہے کہ یہ پروا نہیں رہتی کہ کون سا لحاف ہو، اس کی گوٹ بدصورت ہے، یا کس قدر میلا ہے، یا لحاف اوڑھنا خلافِ شان ہے۔ کھانا کھاتے وقت یہ اہتمام نہیں رہتا کہ چینی کے برتنوں میں ہو اور اقسام اقسام کے کھانے ہوں، جیسے الٹا سیدھا مل جائے پیٹ بھر لیا، خلاصہ یہ کہ نخرے نہیں رہے، باقی سب کام بدستور ہیں۔[ے]

دنیا میں زندگی ایسی ہی ہونی چاہیے کہ دنیا کے سارے کام کرے زندگی کی ضروریات پوراکرے، مگر مغموم اور مرجھائے ہوئے دل کے ساتھ۔

سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ طریقہ تو ایسا ہے کہ اگر اس کو اختیار کیا جائے تو اس سے دنیا کے کام بند ہو جائیں گے اور ہماری حاجتیں وضرورتیں بھی پوری نہیں ہو پائیں گی، حالاں کہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس سے کوئی کمی نہیں ہو گی اور نہ کوئی نقصان ہو گا بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے، اس لیے کہ تمام خرابیوں اور بُرائیوں کی بنیاد مال کی محبت اور دنیا کی محبت

ے دواء العیوب مختصرًا:۱۶۰

ہے، جب اس میں انہماک کم ہو جائے گا اور تعلق کم ہو گا تو اس کی وجہ سے جتنی آفتیں و مصیبتیں آئی تھیں وہ سب کم ہو جائیں گی، آرام و اطمینان سے زندگی بسر ہو گی کہ نہ چوری کا خوف ہو گا، نہ ڈاکہ کا خطرہ ہو گا، نہ حق تلفی کا اندیشہ ہو گا۔ یہ سارے جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ غرضیکہ دنیا کی محبت دل کی بڑی بیماری ہے اور اس سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

دنیا میں انہماک سمِّ قاتل ہے

بعضے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ جی بھر کر دنیا میں لگ کر خوب مال و دولت جمع کر لیا جائے، روپیہ پیسہ کا ڈھیر لگا لیا جائے، تو پھر اس کے بعد اس کی خواہش ختم ہو جائے گی، سکون حاصل ہو جائے گا۔ ایسا سمجھنا غلطی کی بات ہے، اس لیے کہ ایسا کرنے سے بظاہر عارضی طور پر سکون ہو جائے گا مگر حقیقت میں دنیا کی محبت اور زیادہ پختہ ہو جائے گی، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے درخت کی جڑ میں پانی دیا جاتا ہے تو وہ تھوڑی دیر میں زمین میں جذب ہو کر نظروں سے غائب ہو جاتا ہے مگر واقع میں وہ غائب نہیں ہوا بلکہ جڑ کو پہلے سے زیادہ مضبوط کر کے اس کی شاخوں اور پتیوں میں تازگی پہنچائے گا، اس لیے جو لوگ دنیا کی محبت کے تقاضے پر عمل کرتے ہیں تو در حقیقت وہ اس میں کمی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اُلٹا اسی مرض کو اور زیادہ بڑھا رہے ہیں اور تقویت دے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا:

لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّابْتَغٰى ثَالِثًا[۸]

اگر انسان کو مال سے بھرے ہوئے دو جنگل بھی مل جائیں تب بھی تیسرے کی آرزو کرے گا۔

توجہ الی اللہ حرص کا علاج ہے

تو مال کی محبت اور اس کی حرص کا علاج یہ نہیں ہے کہ خوب جی بھر کر مال و دولت کو کمایا جائے، کیوں کہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہو گا اور مرض میں اضافہ ہو گا، بلکہ اس کا علاج بھی اسی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۸؎ صحیح البخاری: ۲/۹۵۲ (۶۴۳۲)، باب مایتقی من فتنۃ المال، المکتبۃ المظہریۃ

وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ [۹]

اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتے ہیں جو شخص کہ توبہ کرے۔

اسی حدیث کی تشریح میں حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں توبہ کو علاجِ حرص بتلایا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں توجہ الی اللہ۔ اور اس کا علاج ہونا ایک قاعدۂ فلسفہ سے سمجھ میں آجائے گا، وہ قاعدہ یہ ہے کہ اَلنَّفْسُ لَاتَتَوَجَّهُ اِلٰى شَيْئَيْنِ فِيْ اٰنٍ وَّاحِدٍ نفس ایک وقت میں دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ حرص کی حقیقت توجہ اور میلان الی الدنیا ہے، اب توجہ کو کسی دوسری شے کی طرف پھیر دیا جائے تو توجہ الی الدنیا باقی نہیں رہے گی، پھر جس چیز کی طرف توجہ کو پھیرا جائے اگر وہ طبعاً بھی محبوب ہو تو اس صورت میں یہ توجہ اشدّ ہوگی اور اس سے توجہ الی الدنیا کا ازالہ بھی قوی ہوگا، اور اگر ایسی شے کی طرف توجہ پھیری جائے جو طبعاً محبوب نہ ہو تو اس صورت میں توجہ کمزور ہوگی اب سمجھو کہ حق تعالیٰ سے ہر شخص کو فطری تعلق ہے اور ذاتِ حق کی طرف ہر ایک کو میلانِ طبعی ہے، فقط مسلمان ہی کو نہیں بلکہ کافر کو بھی، کیوں کہ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو کسی سبب سے ہوتی ہے اور وہ اسباب یہ ہیں: حسن و جمال، جود و نوال، یا فضل و احسان، جس میں یہ کمال قوی ہوں گے اس سے محبت بھی قوی ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ اوصاف ذاتی اعتبار سے حق تعالیٰ ہی میں ہیں اور دوسری اشیا میں بالواسطہ ہیں، جب معلوم ہوا کہ یہ اوصاف حقیقت میں حق تعالیٰ کے اندر ہیں تو اس وقت ہر شخص حق تعالیٰ ہی کی طرف مائل و متوجہ ہوگا۔ پس علاج کا حاصل یہ ہوا کہ اپنی توجہ کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دو، چوں کہ حق تعالیٰ سے طبعی تعلق ہے اس لیے یہ توجہ اشد و اکمل ہوگی، تو جتنی توجہ الی اللہ ہوگی اتنی ہی دنیا سے توجہ ہٹے گی، کیوں کہ دو چیزوں کی طرف نفس متوجہ نہیں ہوتا۔[۱۰]

احکامِ الٰہی کی کامل اتباع کی جائے

توجہ الی اللہ اصل اور بنیاد ہے زندگی کے سکون وراحت کے لیے، جس کی صورت یہ

---

۹ صحیح البخاری:۲/۹۵۲(۶۴۳۲)،باب ما یتقی من فتنۃ المال، المکتبۃ المظہریۃ

۱۰ علاج الحرص:۲۷



ہے کہ پورے طور پر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کی جائے، ظاہری اعتبار سے بھی باطنی اعتبار سے بھی، احکاماتِ الٰہی کی پوری پوری اتباع کی جائے جس سے خود بخود ظاہراً وباطناً توجہ الی اللہ ہو جائے گی، کیوں کہ شریعت کے جو احکام ہیں ان کی دو نوع ہیں: بعضے احکامات تو وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہر سے ہے اور بعضے احکامات وہ ہیں جو انسان کے باطن سے متعلق ہیں۔ تو ایک نوع ہوئی احکامِ ظاہری کی، اس سے مراد ظاہری اعمال ہیں، مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ ایک نوع ہوئی احکامِ باطنی کی، اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا تعلق باطن سے ہے مثلاً صبر وشکر، قناعت و زہد، دیانت وامانت وغیرہ ان دونوں احکامات کی تعمیل کے بغیر چین وسکون میسر نہیں ہو سکتا۔

شریعت میں دونوں ہی مقصود ہیں

ظاہر وباطن دونوں ہی کی اصلاح ضروری ہے، شریعت میں دونوں ہی کی اہمیت ہے، ایسا نہیں ہے کہ ایک تو مقصود ہو اور دوسرا غیر مقصود ہو۔ جس طرح ظاہر کو شریعت کے موافق بنانا اور اس کی پابندی کرنا ضروری ہے اسی طرح باطن کو بھی موافقِ شریعت بنانا ضروری ہے، قرآنِ پاک میں فرمایا گیا:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ [۱۱]

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو بھی (چھوڑ دو)

اس سے دونوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ حکم ہے کہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو، ظاہری احکام پر بھی عمل کرو اور باطنی احکام پر بھی عمل کرو۔

ظاہر وباطن کا باہمی ربط

کیوں کہ ظاہر وباطن کا آپس میں اس طرح تعلق وربط ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے، ہر ایک کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے، ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نہا دھو کر، صاف ستھرا عمدہ

[۱۱] الانعام: ۱۲۰

لباس پہنے ہوئے کسی عزیز کے یہاں جارہاہے ،راستے میں ایک بچے کے قلم سے کچھ چھینٹیں پڑ گئیں تو دیکھیے کہ اس روشنائی کے کپڑے پر پڑ جانے کی وجہ سے دل پر اثر ہو جاتا ہے، حالاں کہ روشنائی ظاہری کپڑے پر پڑی ہے مگر دل میلا اور مکدر ہو جاتا ہے اور قلب پر اثر پڑتا ہے۔ کپڑے کی گندگی سے دل پر یہ اثر ہوا، اگر کہیں چہرے پر چھینٹیں پڑ جائیں تو قلب کا کیا حال ہو گا؟

ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے

اسی طرح اعمالِ ظاہری مثلاً نماز، روزہ میں کمی ہونے کی وجہ سے اور معاملات کے درست نہ ہونے سے قلب پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ چناں چہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں حکم ہے کہ صفوں کو درست رکھا جائے، سیدھا رکھنے کا اہتمام کیا جائے، اسی سلسلے میں ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفُ قُلُوْبُكُمْ [۱۲]

(نماز کی صفوں میں) سیدھے رہو آگے پیچھے مت ہو ورنہ قلوب بھی اسی طرح مختلف اور متفرق ہو جائیں گے۔

تو صفوں کو سیدھا رکھنا یہ ایک ظاہری عمل ہے، مگر باطن پر اس کا اثر پڑتا ہے کہ اس سے یا تو قلب میں راستی و استقامت پیدا ہوتی ہے یا کجی اور اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ جب مسلمان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ

كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِيْ قَلْبِهٖ

اس کے قلب میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے۔

اگر وہ توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ بُرائی کرتا رہتا ہے تو فرمایا کہ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ

زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ [۱۳]

---

[۱۲] صحیح مسلم: ۱۸۱/۱، باب تسویۃ الصفوف واقامتھا، ایچ ایم سعید

[۱۳] جامع الترمذی: ۱۷۱/۲، ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین، ایچ ایم سعید

یہ سیاہ نقطہ بھی بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا قلب سیاہ پڑ جاتا ہے۔

ظاہری اعضا سے بُرے اعمال کا صدور ہوا، جس کا اثر باطن پر پڑا کہ اس کا قلب گندا اور خراب ہو گیا۔

باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے

اسی طرح باطن کا بھی اثر ظاہر پر پڑتا ہے، مثال کے طور پر ایک شخص ہے اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، پورا جسم نحیف ولاغر اور پھوڑے پھنسی نکلے ہوئے ہیں، تو کیا اس مریضانہ صورت سے یہ اندازہ نہیں ہو گا کہ اس شخص کے خون میں فساد ہے اور اندرون اس کا بیمار ہے جس کی بنا پر ظاہرِ بدن پر اس کے یہ اثرات ظاہر ہو رہے ہیں؟ تو اندر کے فساد و بگاڑ کا اثر انسان کے ظاہر پر پڑتا ہے۔ اسی طرح باطنی اعمال، امانت و دیانت وغیرہ کی خرابی سے معاشرت اور معاملات پر غلط اثر پڑتا ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا:

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ [۱۴]

جسم کے اندر ایک مضغہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے خوب جان لو کہ وہ قلب ہے۔

باہر کا یہ انتشار اور ظاہر کا یہ فساد نتیجہ ہے اندر کے انتشار اور باطن کے فساد کا۔ اصل چیز ہے دل کا سنور جانا، صحیح ہو جانا کہ گندے اخلاق سے پاک وصاف ہو جائے، بس تو پھر سارے کام آسان ہیں۔

باطن کی درستگی اور اس کے ثمرات

دلوں کے درست ہو جانے سے بڑے سے بڑا کام بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا عبرت کے لیے عرض کرتا ہوں، تاکہ ہم اندازہ کریں کہ ہمارا کیا حال ہے اور ہمارے پیشواؤں اور بڑوں کا کیا حال تھا۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[۱۴] صحیح البخاری: ۱/۱۳(۵۲)، باب فضل من استبرأ لدینه، المکتبة المظهریة

کو ابولؤلؤ نے زخمی کیا اور آثار سے وقتِ آخر معلوم ہوا، تو لوگوں کی درخواست پر آپ نے اپنی جانشینی کے لیے چھ اشخاص حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زبیر بن عوام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام پیش کیے اور فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو ان سے راضی اور خوش ہو کر گئے۔ پھر فرمایا کہ ان چھ حضرات میں سے جس کسی کے نام پر اتفاق ہو جائے یا اکثریت کی حمایت اور تائید حاصل ہو جائے اسے خلیفہ بنادیا جائے۔ ساتھ ہی اس کام کے لیے حکم ہوا کہ تین دن کے اندر اس کا فیصلہ ہونا چاہیے، اس وقت تک حضرت صہیب بن سنان الرومی رضی اللہ عنہ امامت کریں گے، چناں چہ آپ کی وفات اور آپ کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان پر سب کو جمع کیا اور دو دن تک اس سلسلے میں مشورے ہوتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ چوں کہ اس کام کے لیے ہدایات تھی کہ تین دن میں ہونا چاہیے، اس لیے آخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ چھ اشخاص میں سے تین کو سب اختیار دے دیا جائے، چناں چہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنا اپنا حقِ خلافت سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بہت مال دار اور رئیسوں میں تھے۔ مال داری کا یہ عالم تھا کہ بوقتِ انتقال ۳۰، ۳۲ کروڑ روپیہ چھوڑا، یہ اُس وقت کے ۳۰، ۳۲ کروڑ اِس وقت تو نہ معلوم کتنے ارب ہوگا، اسی کے ساتھ ساتھ بڑے جلیل القدر صحابی، خلافت کی اہلیت رکھنے والوں میں سے تھے، اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ [۱۵]

یہ ہیں مردانِ خدا کہ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت، وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ جاویں گی۔

---

۱۵ النور: ۳۷

بہر کیف! اب خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ صرف تین حضرات میں رہ گیا، تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت کر دی کہ میں اس کام کی ہمت نہیں رکھتا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں اپنا نام واپس لیتا ہوں اور آپ دونوں حضرات اپنا معاملہ میری صواب دید پر چھوڑ دیں کہ جس کو اس کام کے لیے تجویز کر دوں دوسرا اس کو بخوشی قبول کرے اور یہ سب کو تسلیم کرنا ہو گا، چناں چہ سب نے اس بات کو منظور کر لیا کہ جس کے حق میں یہ فیصلہ کر دیں وہی بارِ خلافت کا متحمل ہو گا۔ چناں چہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خلیفہ ہونا تجویز کیا، اس کو سب نے منظور کر لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

دل کا سنورنا اصل ہے

اتنا بڑا معاملہ اتنی جلدی طے ہو گیا۔ بات کیا تھی، بس یہی کہ دنیا کی محبت نہیں تھی، دین کی محبت تھی۔ دل درست ہوتا ہے تو سب اعضا درست ہو جاتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ[۱۶]

جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے خوب جان لو کہ وہ قلب ہے۔

تو باطن کی اصلاح و درستگی کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے کہ سارے اعضا اپنا اپنا کام بالکل صحیح کرتے ہیں اور اپنی اپنی ڈیوٹی ٹھیک ٹھیک انجام دیتے ہیں۔

انسان کا ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے

یہاں سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا، وہ یہ کہ اس کا باطن کس طرح کا ہے اس کی

[۱۶] صحیح البخاری: ۱/۱۳ (۵۲)، باب فضل من استبرأ لدینہ، المکتبۃ المظہریۃ



ایک بڑی عمدہ مثال یاد آئی کہ مسجد کے امام صاحب جو پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں، اگر وہ کسی ایک دن نماز کے وقت اپنے حجرے سے محراب مسجد کی طرف اپنے کپڑے اتارے ہوئے آئیں اور یہ کہیں کہ میں اس حالت میں اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو مسئلہ بتادوں کہ نماز اس طرح ہوجاتی ہے، تو کیا آپ آنے دیں گے؟ یا یہ سمجھیں گے کہ عقل میں فتور آگیا ہے، حالاں کہ امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہم کو نماز پڑھانے دو، مجھے نماز کے مسائل اور سورتیں یاد ہیں، میرا باطن بالکل ٹھیک ہے، صرف ظاہر کی خرابی سے آپ لوگ گھبرا گئے۔ آپ ان کی بات نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے، سیدھے مسجد سے نکال کر دماغ کے ڈاکٹر یا پاگل خانے لے جائیں گے، ظاہر کی خرابی سے آپ کو باطن کی خرابی پر کیوں یقین آگیا، اسی لیے کہ ظاہر یہ ترجمانی کررہا ہے باطن کے گڑبڑ ہونے کی۔

ظاہر کی اہمیت اور اس کا تقاضا

جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ اصل تو باطن ہے ظاہر کیسا بھی ہو، بڑی غلطی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کہنے لگے کہ نیت اچھی ہو اور قلب صاف ہو، گناہوں سے بچتا ہو یہ کافی ہے، لباس سے کیا ہوتا ہے؟ جو بھی صورت و شکل اور وضع اختیار کرے۔ تو میں نے جواب میں عرض کیا کہ بھائی ماشاءاللہ! آپ کی والدہ صاحبہ نماز کی پابند ہیں، ہمشیرہ صاحبہ نماز کی پابند ہیں اور دوسرے دین کے کام کرتی رہتی ہیں، آپ ایسا کیجیے کہ ان کا دوپٹا اوڑھ کر بازار دوست واحباب میں تشریف لے جائیں، اگر آپ ایسا کرکے دکھائیں گے تو آپ کی خدمت میں ۵ روپیہ انعام پیش کروں گا، اس پر وہ کہنے لگے کہ صاحب لوگ ہنسیں گے اور مذاق اُڑائیں گے۔ میں نے کہا اس میں ہنسنے اور مذاق اُڑانے کی کیا بات ہے؟ جب آپ کی بہن اور ماں دین کی پابند ہیں تو ظاہر میں دوپٹا اوڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہوگئے۔ تو جس طرح بہن کا دوپٹا اوڑھ لینا خلافِ مذاق ہے اسی طرح غیر وضع اور خلافِ شریعت صورت کا اختیار کرنا اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے مناسب حکم دیا ہے، مردوں کا خاص درجہ عطا فرمایا ہے، اگر عورت مرد کی وضع اختیار کرے تو غلطی کی بات ہے، ایسے ہی مرد کو عورت کی وضع اختیار کرنا منع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ



لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لُبْسَۃَ الْمَرْأَۃِ وَالْمَرْأَۃَ تَلْبَسُ لُبْسَۃَ الرَّجُلِ[۱۷]

لعنت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورت کی وضع اختیار کرے اور لعنت کی ہے اس عورت پر جو مردوں کی وضع اختیار کرے۔

جیسے کہ پولیس والوں کو ڈاک خانہ والوں کی وردی اختیار کرنا جرم قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ڈاک خانہ والوں کو پولیس والوں کی وردی اختیار کرنا خلافِ قانون ہے اور قابلِ مواخذہ ہے اس لیے کہ حکومت نے سب کی وردی کو الگ الگ کر رکھا ہے۔ ایسے ہی شریعت نے مرد کی وضع کو الگ الگ متعین کیا ہے، لہٰذا ایک دوسرے کی مشابہت جرم ہے، اسی طرح مرد کا پردہ میں رہنا مردانگی کے خلاف ہے اور عورت کا بے پردگی کے ساتھ رہنا عورت ہونے کے خلاف ہے۔

قلب و نظر کی پاکی کے باوجود شرعی پردہ کا حکم

پردہ کے سلسلے میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ صاحب اگر کوئی پاک دل ہو پاک نگاہ ہو، کسی اجنبی پر نظر ڈالے اور دیکھے تو کیا حرج ہے جب کہ نگاہ بھی پاک ہے، دل بھی پاک ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کی نگاہ میں کیا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے متعلق آپ کا گمان ہے کہ ان کا دل اور ان کی نگاہ پاک ہیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! بہت سے لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ اچھا ان کا نام لیجیے، انہوں نے بڑے بڑے بزرگانِ دین کے نام لینے شروع کیے، مثلاً حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسی ہستیاں ہیں کہ جن کے دل بھی پاک ہیں اور نگاہیں بھی پاک ہیں۔ میں نے کہا ائمہ اربعہ کیا یہ لوگ نہیں ہیں؟ کہا: ارے صاحب ان کے متعلق پوچھنا ہی کیا ہے، میں نے کہا اور تابعین اور حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سب سے بڑھ کر ازواجِ مطہرات کہ ان سے بڑھ کر تو کوئی ہے ہی نہیں جو پاک دل اور پاک نگاہ ہو۔ کہنے لگے کہ نہیں، میں نے کہا کہ اب سنیے حدیث میں ہے کہ ایک صحابی اعمیٰ

[۱۷] سنن ابی داؤد: ۲/۲۱۰، باب لباس النساء، ایچ ایم سعید

تھے جو بہت بڑے متقی تھے، ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ، حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب کہ پردہ کا حکم شریعت میں آچکا تھا، تو فرماتی ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابنِ ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے فرمایا کہ اِحْتَجِبَا مِنْہُ تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ تو ہم نے عرض کیا لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تو اندھے ہیں نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں۔ ان سے کیا پردہ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِہٖ[۱۸] تم دونوں تو اندھی نہیں ہو تم دونوں تو ان کو دیکھو گی۔

توجب ازواجِ مطہرات سے بڑھ کر کوئی پاک نگاہ پاک دل نہیں ہو سکتا اور وہ ساری امت کی مائیں ہیں فرمایا گیا: وَ اَزْوَاجُہٗۤ اُمَّھٰتُھُمْ[۱۹] اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ جن سے نکاح کرنا اُمت کے لیے حرام ہے، فرمایا گیا:

وَلَاۤ اَنْ تَنْکِحُوۡۤا اَزْوَاجَہٗ مِنۡۢ بَعْدِہٖۤ اَبَدًا[۲۰]

اور نہ یہ کہ تم آپ کی بیویوں سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔

تو اتنے سارے شرف کے باوجود پھر بھی اجازت ایک امتی کو دیکھنے کی نہیں ہے تو پھر ہما شما کی کیا حقیقت ہے، پیر وعالم، بزرگ کا کیا شمار کہ ان کے لیے کسی اجنبی کو دیکھنا مضر نہ ہو، وہاں تو معاملہ یہ ہے کہ وہ امت کی مائیں ہیں اور امتی کا نکاح ان سے حرام ہے لیکن پھر بھی ایک اجنبی کو دیکھنے کی اجازت نہیں اور یہاں تو پیر کا مریدنی سے نکاح جائز، مریدنی کا پیر سے نکاح جائز، پیر وشیخ اور عالم کی بیوی سے نکاح جائز تو کیسے کسی اجنبی کو دیکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے، کسی مریدنی کا پیر کے سامنے اور پیر کا مریدنی کے سامنے ہونا جائز نہیں ہے۔

---

۱۸ جامع الترمذی:۱۰۶/۲،باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال،ایچ ایم سعید

۱۹ الاحزاب:۶

۲۰ الاحزاب:۵۳

اکابر اہل اللہ کا پردہ کے معاملہ میں احتیاط

بزرگوں کا حال پردہ کے سلسلے میں یہ ہے کہ ذرّہ برابر بھی بے پردگی کو گوارا نہیں کرتے، دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی ایک مریدنی تھی جو کہ گھریلو کاموں کو پیرانی صاحبہ کے ہمراہ انجام دیا کرتی تھیں۔ پیرانی صاحبہ بھی ضعیف ہوچکی تھیں اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت دنوں تک مسلسل بیمار رہنے کے سبب حد سے زیادہ کمزور ہوگئے تھے، تہجد وغیرہ کے لیے خود سے اٹھنا دشوار تھا اور کوئی خدمت کے لیے تھا نہیں، ایک مرتبہ تہجد کے لیے کھڑے ہوئے بسبب کمزوری اٹھنا دشوار ہورہا تھا۔ یہ دیکھ کر ان کی ایک مریدنی نے حضرت کو سہارا دے کر کھڑا کرنا چاہا، مگر حضرت نے سختی سے منع فرمایا کہ خبردار! ہاتھ نہ لگنے پائے، تم نامحرم ہو۔ ان کی عمر بھی ۴۵ سال کی تھی۔ اس پر ان صاحبہ نے عرض کیا کہ کوئی اس حالت میں خدمت کے لیے نہیں، تو پھر میں بھی خدمت سے محروم رہوں گی۔ اس لیے حضرت نکاح کرلیں تاکہ میں حضرت کی خدمت کرسکوں۔ یہ ہے بزرگوں کی شان کہ پردہ کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ درحقیقت پردہ وغیرہ یہ سب راحت کی جڑ ہیں۔

شریعت و طریقت میں تعلق اور ان کی حقیقت

بات میں بات نکلتی چلی گئی، کہہ رہا تھا کہ ایک تو ہے ظاہر اور ایک ہے باطن، اور شریعت میں دونوں کے متعلق احکام ہیں جس کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ سارے تصوف وطریق کا حاصل یہی ہے کہ تعمیر الظاہر والباطن کہ اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے موافق بنانا۔ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے، دونوں الگ الگ ہیں، یہ غلطی کی بات ہے، ایسا نہیں ہے، بلکہ دین کے جتنے احکامات ہیں چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے ہو ان سارے احکامات اور تعلیمات وہدایات کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔ وعورت، اب آسانی کے لیے نام الگ الگ کردیے گئے ہیں، ظاہری اعمال کو فقہ کہا جاتا ہے اور باطنی اعمال کو تصوف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مجموعے کو شریعت کہا جاتا ہے۔ اب جبکہ شریعت میں احکامِ ظاہر اور احکامِ باطن دونوں آگئے تو ایک کو لینے دوسرے کو چھوڑنے سے پورے دین پر کیسے عمل ہوگا؟



اور انسان کو ایسی حالت میں کیسے سکون میسر ہو گا؟ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ظاہر کی تکمیل بغیر باطن کی اصلاح کے نہیں ہوسکتی، اسی طرح باطن کی تکمیل بغیر ظاہر کی اصلاح کے نہیں ہوسکتی۔ چناں چہ مشہور محدث ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا یَتَحَقَّقُ شَیْءٌ مِّنْ عِلْمِ الْبَاطِنِ اِلَّا بَعْدَ التَّحَقُّقِ بِاِصْلَاحِ الظَّاھِرِ کَمَا اَنَّ عِلْمَ الظَّاھِرِ لَا یَتِمُّ اِلَّا بِاِصْلَاحِ الْبَاطِنِ[۲۱]

علمِ باطن کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا بغیر ظاہر کی اصلاح کے جیسا کہ علمِ ظاہر مکمل نہیں ہو تا بغیر باطن کی اصلاح کے۔

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھُمَا عِلْمَانِ اَصْلِیَّانِ لَا یَسْتَغْنِیْ اَحَدُھُمَا عَنِ الْاٰخَرِ بِمَنْزِلَۃِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ مُرْتَبِطٌ کُلٌّ مِّنْھُمَا بِالْاٰخَرِ کَالْجِسْمِ وَالْقَلْبِ لَا یَنْفَکُّ اَحَدٌ عَنْ صَاحِبِہٖ[۲۲]

یہ دونوں اصل علم ہیں، کوئی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہے، یہ دونوں بمنزلہ اسلام وایمان کے ہیں کہ ایک کا ربط دوسرے سے ایسا ہے جیسے جسم ودل کا کہ کوئی کسی سے جدا نہیں ہو سکتا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گرامی نامہ کی چند سطور کو ذکر کر دیا جائے، فرماتے ہیں بعض جہلا جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے، طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں، صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے، آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور عرقِ گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے، لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔ ولی اللہ کو پہچاننے کے لیے اتباعِ سنّت کسوٹی ہے، جو متبعِ سنّت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ہودہ ہے، خرقِ عادات تو دجال سے بھی ہوں گے۔

---

[۲۱] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۱۳، کتاب العلم، الفصل الثالث، المکتبۃ الامدادیۃ

[۲۲] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۱۳، کتاب العلم، الفصل الثالث، المکتبۃ الامدادیۃ



تو معلوم ہوا کہ تصوف اور طریقت یہ شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ شریعت ہی کا ایک جز ایسا ہے کہ بغیر اس کے ظاہر کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ[۲۳]

جس نے علمِ فقہ حاصل کیا اور تصوف نہیں سیکھا تو وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف کو حاصل کیا اور مسائلِ دینیہ کو نہیں سیکھا تو وہ بے دین ہو گیا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا وہ محقق ہو گیا۔

ظاہر وباطن دونوں ہی درست ہونا چاہیے

غرضیکہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو، دونوں کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں ان کے موافق معاملہ کیا جائے اور پوری پوری شریعت کی اتباع کی جائے یہی توجہ الی اللہ کا حاصل ہے کہ جس سے دنیا کی محبت کا بھی علاج ہے اور اس سے انسان کو سکون واطمینان بھی حاصل ہو گا۔ سکون نہ ہونے کے اسباب اندر اور باہر کی خرابی ہے، اگر سب ٹھیک ہو تو سکون حاصل ہو گا۔ جن لوگوں کے ظاہر وباطن سب درست ہو جاتے ہیں ایسے حضرات کو ولی اللہ اور بزرگ کہا جاتا ہے، ان ہی لوگوں کو حقیقی سکون نصیب ہوتا ہے۔

دل باغ و بہار کب ہو گا؟

کیوں کہ سکون احکامِ ظاہر وباطن کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ دیکھیے کوئی گندی جگہ ہو تو اس کو اگر چاہتے ہیں کہ وہ جگہ اچھی اور بھلی ہو جائے تو اس کے لیے دو کام کرنا پڑیں گے: ایک تو غیر مناسب چیزوں کو وہاں سے نکال دیا جائے اس کی گندگی کو صاف کر دیا جائے، کوڑا کرکٹ نکال کر پھینک دیا جائے، دوسرے یہ کہ مناسب چیزوں کو داخل کر لیا جائے کہ پانی وغیرہ دے کر اس کے نشیب وفراز کو درست کر دیا جائے اور اس کے اندر پھول پتیاں لگا کر مزین

۲۳؎ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۱۳، کتاب العلم، الفصل الثالث، المکتبۃ الامدادیۃ

کردیاجائے۔اب ان دونوں کاموں کی وجہ سے وہی جگہ سیر و تفریح اور دل خوش کرنے والی بن جائے گی۔اسی طرح دل سے نامناسب چیزوں کو نکال دیاجائے مثلاً کسی کے اندر بغض، حسد، ریا، بخل وغیرہ کی بیماری کی وجہ سے گندگی پیدا ہو گئی ہے اب اس گندگی کو ہمت کرکے نکال دیاجائے اور اچھی و محمود چیزیں مثلاً صبر، تقویٰ، خشیت، عاجزی، انکساری، خلوص ومحبت سے آراستہ کیاجائے تو دل باغ وبہار کا خزانہ ہو جائے گا۔

ذکر میں حیاتِ قلب کی تاثیر ہے

اور اسی کے سکون سے سارے بدن کو سکون حاصل ہوجائے گا، دل کے سکون کے لیے اللہ کا ذکر ہے،اس بات کی طرف حق تعالیٰ نے متوجہ فرمایاہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۲۴]

خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ہوجاتا ہے۔

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ذکر کثرت سے کرنا چاہیے،ذکر کی خاصیت پانی کی سی ہے،درخت میں پانی ڈالتے رہنے سے درخت شاداب اور ہرا ابھرا رہتاہے اسی طرح ذکر کے اہتمام سے قلب میں سکون واطمینان حاصل رہتاہے،اس کے اندر ہمت اور طاقت پیدا ہوتی ہے ،نورِ ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں ایک خاص قسم کی تعلق مع اللہ کی کیفیت محسوس کرتاہے جس کی وجہ سے احکامِ ظاہری وباطنی کی پابندی کی پابندی اور دوام علی الطاعت نصیب ہوتاہے۔اس لیے روزانہ بلاناغہ پابندی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ذکر کا معمول رکھنا چاہیے،اہتمام اور توجہ سے ذکر کرنا چاہیے، کسی دن بھی ناغہ نہ ہونا چاہیے،اگر کسی دن وقت کم ہو تو جتنا بھی ہو سکے کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کرلیاجائے۔

دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے

لیکن دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے۔کسی کو بخار ہے معالج اس کے لیے دوا تجویز کردے،مریض اس دوا کو استعمال تو کرے مگر ساتھ میں شامی کباب اور پراٹھے بھی کھاتا رہے

[۲۴] الرعد:۲۸

توبتایئے اس بدپرہیزی میں دوا کیا کام کرے گی، بلکہ اس سے تو مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔ اسی طرح سکونِ قلب کی دوا جو کہ ذکر ہے اس کے ساتھ گناہ کی بدپرہیزی بھی جاری رہے تو اس سے قلبی سکون کیسے حاصل ہوگا؟ اس لیے گناہوں سے بچنا ازبس ضروری ہے بالخصوص اگر کسی سے بات چیت کرنا ہو تو اس میں فضول گفتگو سے بچنے کا اہتمام کیا جائے کیوں کہ اس سے ذکر کے برکات نکل جاتے ہیں، زیادہ بات چیت کی عادت ڈالنے سے اکثر خلافِ واقعہ بات نکل جاتی ہے، کسی کی بُرائی کسی کی چغل خوری ہو جاتی ہے اور یہ سب سکون کو برباد کرنے والی ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنّت میں گویا

اگر ہمت کرکے ذرا کم بولنے کی عادت ڈالی جائے اور ذکر کی پابندی کی جائے تو ان شاءاللہ تعالیٰ! تھوڑے دن پابندی کرنے سے سکون واطمینان کی وہ دولت حاصل ہو جائے گی کہ جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے ڈپٹی کلکٹر تھے، حضرت والا حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے تعلق ہونے کے بعد اس عہدے سے استعفاء دے کر الگ ہوگئے یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ گئے، فرمایا کرتے تھے پہلے قلب کو زبردستی ذکر کے لیے تیار کرنا پڑتا تھا اور اب بلا تکلف قلب ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے بلکہ مشتاق رہتا ہے، اسی کو فرماتے ہیں ؎

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کُل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

پابندیٔ ذکر وفکر سے یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بس اب تو ہمد مو کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد اُن کی دل نشیں ہوتی

اور اللہ کی اطاعت اور ذکر پر مداومت سے قلب کی یہ حالت ہو جاتی ہے جس کو حضرت خواجہ



صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

میں رہتا ہوں دن رات جنّت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

کامیابی تو کام سے ہوگی

گندے اخلاق کے دل سے نکل جانے سے اچھے اخلاق وعادات کے دل میں پیدا ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی باغ ہو اور اس کے اندر فوارے اور نہریں جاری ہوں، پھر اس باغ کی شادابی اور پُر فضا دلکش وخوش منظر ہونے کی کیفیت کا کیا ہی کہنا، مگر یہ سب کام کرنے سے حاصل ہوں گے، بات بنانے سے حاصل نہیں ہوسکتے ہیں، اسی کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے؎

کامیابی کام سے ہوگی
نا کہ حُسنِ کلام سے ہوگی
فکر اور اہتمام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی

خلاصۂ کلام

تو خلاصہ بیان کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ احکامات کی پابندی کرنا، خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی سب کو بجالانا۔ احکامِ ظاہر اور احکامِ باطن کا بیان بہشتی زیور میں بہت تفصیل کے ساتھ ہے، ان کو غور سے پڑھا جائے، اس پر عمل کرنے کی عادت رکھی جائے۔ صاحبِ شریعت بزرگ مل جائیں تو ان کی خدمت کو غنیمت سمجھ کر ان سے ظاہر وباطن کی اصلاح ودرستی کرانے کی فکر اور اہتمام کیا جائے۔ دوسرے کچھ کم بولنے کی عادت ڈالی جائے تو ان شاء اللہ سکون حاصل ہوگا۔ اب دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور کہنے سننے والوں کو راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات و سننِ مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (بُرے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائلِ تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کرکے ان پر عمل کی مشق کرنا۔



۷۔ سننِ عادات کا بھی خاص خیال رکھنا۔ مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا۔ ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔



سکون اور اطمینان انسان کی زندگی کے لیے اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ دنیا کا ہر انسان اس کے حصول کے درپے رہتا ہے۔ انسان کا سونا جاگنا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کچھ کرنا اور کچھ نہ کرنا سب کا مقصد سکون حاصل کرنا ہے لیکن اپنی تمام تر عقل وفہم استعمال کر کے، نت نئی ایجادات کر کے اور نئے نئے دستور وقوانین بنا کر بھی اس منزل سے کوسوں دور ہے۔

شیخ المشائخ عارف باللہ محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''اصلاح ظاہر و باطن'' میں مسلمانوں کو دین کے ظاہری اعمال پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت بھی کی ہے اور باطنی اعمال اپنانے کی ترغیب بھی دی ہے۔ اسی طرح ظاہری و باطنی گناہوں سے نجات حاصل کرنے کے ثمرات بیان فرمائے ہیں کہ ان گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرتے ہی دل اللہ تعالیٰ کے انوارات سے معمور ہو جاتا ہے اور ایسا اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے جو بادشاہوں کو خواب میں بھی میسر نہیں ہوتا۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری

